ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.4.2025

افکار عطار نیشاپوری و حقیقتِ نبوت: منطق وبرہان کی روشنی میں ایک تنقیدی مطالعہ

“The Thought of ʿAṭṭār of Nishapur and the Reality of Prophethood: A Critical Study in the Light of Logic and Demonstrative Reason”

1. **Dr. Hafiz Mansoor Ahmad**
Assistant Professor, Department of Persian, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan.
Email: mansoor.ahmad@uos.edu.pk
2. **Dr. Hafiz Zahid Farooq**
Lecturer, Department of Islamic studies, University of Kamalia
Email: zahid.6515202@gmail.com
3. **Dr. Muhammad Javed Iqbal** (Corresponding Author)
Lecturer, Centre for Languages and Translation Studies, University of Gujrat, Gujrat, Pakistan.
Email: dr.javediqbal188@gmail.com

Abstract

This research undertakes a critical examination of the metaphysical and theological dimensions of *Farīd al-Dīn ʿAṭṭār of Nishapur’s* thought concerning the reality of prophethood (*ḥaqīqat al-nubuwwah*) within the broader framework of Islamic philosophy and mysticism. By analyzing his seminal works such as *Manṭiq al-Ṭayr* and *Tadhkirat al-Awliyāʾ*, the paper explores how ʿAṭṭār’s mystical vision integrates rational argumentation (*manṭiq*) and demonstrative reasoning (*burhān*) into his understanding of the prophetic station. The study investigates whether ʿAṭṭār’s symbolic language and allegorical method transcend philosophical discourse or employ it as a means to articulate divine realities accessible only through spiritual unveiling (*kashf*).Through a comparative lens, the paper contrasts ʿAṭṭār’s epistemological approach with classical Islamic philosophers such as al-Fārābī, Ibn Sīnā, and al-Ghazālī, and evaluates the extent to which his interpretation of prophecy aligns with orthodox Islamic theology (ʿ*aqīdah*). This critical inquiry situates ʿAṭṭār’s mystical logic within the dialectic of reason and revelation, demonstrating that his concept of prophethood operates not merely as a metaphysical principle but as the very axis of divine-human communication.

Keywords: Farīd al-Dīn ʿAṭṭār, Prophethood, Islamic philosophy, manṭiq, burhān, mysticism, kashf, revelation, epistemology, ʿaqīdah.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

تعارف موضوع

اسلامی فکری روایت میں حضرت فرید الدین عطار نیشاپوریؒ کا شمار اُن عظیم فارسی، صوفی شعراء و مفکرین میں ہوتا ہے جنہوں نے حقیقتِ نبوت کو نہ صرف عرفان و وجدان کی روشنی میں دیکھا بلکہ اسے عقل و منطق کی دلیلوں سے مبرہن کرنے کی سعی بھی کی۔ ان کی تصنیفات منطق الطیر اور تذکرۃ الاولیاء میں نبوت کو ایک ایسی روحانی و عقلی حقیقت کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو انسانی ادراک سے ماوراء ہونے کے باوجود عقلِ سلیم کے اصولوں سے متصادم نہیں۔ عطارؒ کے نزدیک نبوت محض الہامی عطیہ نہیں بلکہ انسانیت کی تکمیل اور عقلِ جزوی کے ارتقاء کی معراج ہے۔ ان کے فکری نظام میں وحی اور عقل کے درمیان کوئی تضاد نہیں بلکہ وحی عقل کے لیے نورِ ہدایت اور عقل وحی کے فہم کا آلہ ہے۔ اسی باہمی تعلق نے عطار کے تصوف کو محض وجدانی تجربہ نہیں رہنے دیا بلکہ اسے منطقی و برہانی جواز فراہم کیا۔ یہ تحقیق اسی فکری و روحانی جدلیات کو موضوع بناتی ہے کہ عطار نے حقیقتِ نبوت کو منطق اور برہان کی روشنی میں کس حد تک فلسفیانہ سطح پر تعبیر کیا، اور ان کی تعبیرات اسلامی عقیدۂ نبوت کے کس درجے کی ترجمانی کرتی ہیں۔
اس ضمن میں ابن سینا، فارابی، اور امام غزالیؒ جیسے مفکرین کی آراء سے تقابلی تجزیہ بھی کیا گیا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ عطار کی نبوت فہم عقلی و عرفانی مکالمے کی کون سی جہت پیش کرتی ہے۔
عطار کی فکر کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے نزدیک نبوت عقل اور وجدان کا سنگم ہے — وہ مقام جہاں وحیِ الٰہی انسانی عقل کو اس کے محدود افق سے اٹھا کر کمالِ ادراک کے آفاق تک لے جاتی ہے۔ اس زاویۂ نگاہ سے عطار کی تعبیرِ نبوت نہ صرف تصوف و فلسفہ کے درمیان ایک فکری پل ہے بلکہ اسلامی معرفت کے کلیاتی تصور میں ایک نئی روح بھی پھونکتی ہے۔

مبحث اول: عطار کا فکری منہج تصوف، عقل اور عرفان کا امتزاج

عطار نیشاپوری کا نام فارسی تصوف کی تاریخ میں ایک درخشاں مقام رکھتا ہے۔ ان کی تصنیفات — بالخصوص منطق الطیر، تذکرۃ الاولیاء، مصیبت نامہ، اور اسرار نامہ — نہ صرف شعری کمالات کا مظہر ہیں بلکہ ایک منظم فکری و عرفانی فلسفے کی حامل بھی ہیں۔ وہ غزالی، سہروردی اور رومی جیسے عظیم مفکرین کے فکری تسلسل میں نظر آتے ہیں۔

عطار نیشاپوری کے فکری پس منظر اور علمی روایت

عطار کا فکری پس منظر خراسانی تصوف کی اس روایت سے وابستہ ہے جو ایک جانب امام محمد غزالی کے عقلی و روحانی توازن سے متاثر ہے اور دوسری جانب سہروردی شیخ الاشراق کی نورانی حکمت سے۔ عطار نے دونوں کے افکار کو ایک شعری اور رمزی صورت میں پیش کیا۔ غزالی نے جہاں عقل کو ایمان کے تابع رکھا، وہیں سہروردی نے نور اور اشراق کے ذریعے عقل و عرفان کو متحد کیا۔ عطار نے اسی فکری بہاؤ میں عشق کو محور بنایا۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

غزالی نے کہا تھا:

العقل ما لم يكن مسكوناً بالوحی فهو عقال۔[1]

"عقل جب تک وحی کی سکینت میں نہ ہو، وہ محض قید و بند ہے۔"

عطار کے ہاں یہی تصور شعری رنگ میں یوں جلوہ گر ہوتا ہے:

عقل در عشق چو بیچاره بماند / کار او در دلِ پرخون نماند۔[2]

"جب عقل عشق کے سامنے بے بس ہو جائے تو اس کا کارواں خون آلود دل میں تھم جاتا ہے۔"

یہاں عقل اور عشق کی جدلیات وہی ہے جو بعد میں مولانا رومی کے ہاں پختگی کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ چنانچہ مولانا نے کہا:

عقل گوید شش جهت حد است و بیرون راه نیست / عشق گوید راه هست و رفته‌ام من بارها۔[3]

"عقل کہتی ہے کہ چھ جہت سے باہر کوئی راہ نہیں، عشق کہتا ہے کہ میں اس راہ سے کئی بار گزر چکا ہوں۔"

ان دونوں شعرا کے مابین فکری رشتہ واضح کرتا ہے کہ عطار کا تصوف عقل کے انکار پر نہیں بلکہ اس کے جذب عرفان میں تحلیل ہونے پر قائم ہے۔

عقل(‘aql) ، عشق(‘ishq) ،اور وحی (waḥy) کی ہم آہنگی

عطار کی فکری ساخت میں عقل اور عشق کی مخالفت نہیں بلکہ ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ وہ عقل کو پہلا زینہ اور عشق کو اس زینے کی آخری منزل سمجھتے ہیں۔ تذکرۃ الاولیاء میں وہ صوفیا کے اقوال نقل کرتے ہوئے عقل و عشق کے امتزاج کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

العقل دليل الطريق، والعشق روح السالک، والوحي نور الهداية[4].

"عقل راستے کی دلیل ہے، عشق سالک کی روح ہے، اور وحی ہدایت کا نور ہے۔"

یہ تعبیر بتاتی ہے کہ عطار عقل کو رد نہیں کرتے بلکہ اسے عشق اور وحی کے تحت ایک وسیلہ بناتے ہیں۔ ان کے نزدیک معرفت کی معراج وہی شخص پا سکتا ہے جو عقل کی صفائی، عشق کی تپش اور وحی کی روشنی—تینوں کو جمع کرے۔

منطق و کشف کے امتزاج کی نوعیت

عطار کے نزدیک عرفان کا سفر صرف وجدانی تجربہ نہیں بلکہ ایک منطقی اور شعوری عمل بھی ہے۔ ان کی شاعری میں عقل و منطق کا حوالہ بطور توازن ملتا ہے، لیکن اس توازن کا مرکز ہمیشہ کشف و وجدان رہتا ہے۔

منطق الطیر میں "ہُدہُد" عقل کی علامت ہے، جو سالکان کو مراتبِ سلوک سمجھاتا ہے، لیکن آخر کار جب سب پرندے سیمرغ تک پہنچتے ہیں تو عقل، منطق اور کشف ایک ہی نقطے پر تحلیل ہو جاتے ہیں۔

---

[1] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Cairo: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1319 AH), 2: 122
[2] ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1370 AH), 58
[3] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Amīr Kabīr, 1369 AH), 1: 89
[4] ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, *Tadhkirat al-Awliyāʾ* (Tehran: Intishārāt ʿIlmīyah, 1342 AH), 1: 37

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

یہ فلسفہ سہروردی کی "حکمت الاشراق" سے ہم آہنگ نظر آتا ہے، جہاں عقلِ نورانی اور کشفِ اشراقی میں کوئی تضاد نہیں:

النور يعرف بالنور، وكل علم لا يتصل بالكشف فهو ظنّ5.

"نور کو نور سے پہچانا جاتا ہے، اور جو علم کشف سے نہ جڑے وہ محض گمان ہے۔"

"حقیقت" کی جستجو کا عقلی و عرفانی پہلو

عطار کے ہاں "حقیقت" کی تلاش عقل سے آغاز پا کر عشق میں فنا ہوتی ہے۔ وہ انسان کو ایک ایسی روحانی سیر کی دعوت دیتے ہیں جو "معرفتِ خود" سے شروع ہو کر "معرفتِ حق" پر منتج ہوتی ہے۔

چون تو خود را فاش دیدی، فاش شو / چون ز خود بگذشتی، از تو باش شو۔6

"جب تو نے اپنے آپ کو آشکار دیکھا، تو آشکار ہو جا؛ اور جب تو نے خود سے گزر لیا، تو خودی سے آزاد ہو جا۔"

یہ عرفانی خودی دراصل عقل و عشق کے باہمی اتصال کا نتیجہ ہے۔

اسی فکری نظام کو فارسی اہلِ فن مثلاً جامی اور شبستری نے بھی سراہا۔ جامی نے کہا:

عشق آموخت عقل را ادب / تا بود لایق صحبت رب۔7

"عشق نے عقل کو ادب سکھایا تاکہ وہ رب کی قربت کے لائق بن سکے۔"

یہی عطار کے فکری منہج کا خلاصہ ہے: عقل رہبر، عشق رہزن، اور وحی منزل کا نشان ہے—تینوں مل کر انسان کو حقیقتِ مطلق تک پہنچاتے ہیں۔

مبحث دوم: حقیقتِ نبوت کا عرفانی و وجودی تصور—عطار کی تاویلی تعبیرات

عطار نیشاپوری کے نزدیک نبوت کوئی خارجی حادثہ نہیں، بلکہ وجودی و ازلی حقیقت ہے جو انسانیت کی تکمیل کے ساتھ مربوط ہے۔ ان کا تصورِ نبوت فلسفیانہ، رمزی اور عرفانی جہات رکھتا ہے۔ ان کے ہاں نبی کی حیثیت "عقلِ کُل"، "نورِ ہدایت" اور "مظہرِ حق" کی ہے۔ اس فکری زاویے سے وہ ابن عربی سے ماقبل کے اس روحانی تسلسل کے نمائندہ ہیں جو "حقیقتِ محمدی" کے نظریے کو کائناتی مرکز مانتا ہے۔

نبوت کے تکوینی و اخلاقی پہلو: "نورِ محمدی" کا فکری و رمزی مفہوم

عطار کے نزدیک کائنات کی ابتدا "نورِ محمدی" سے ہوئی—وہ نور جو تمام انبیاء اور اولیاء میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ وہ مصیبت نامہ میں لکھتے ہیں:

اول آن نوری کہ حق بنمود فاش / در محمد دید و او را داد لاش۔8

"سب سے پہلے جو نورِ الٰہی ظاہر ہوا، وہ محمد ﷺ میں جلوہ گر ہوا، اور اسی کو حق نے اپنی لامحدود شان بخشی۔"

---

5 Suhrawardī, Shihāb al-Dīn, *Ḥikmat al-Ishrāq* (Tehran: Dānishgāh-i Tehrān, 1380 AH), 2: 43
6 ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, *Asrārnāma* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1375 AH), 91
7 Jāmī, ʿAbd al-Raḥmān, *Nafaḥāt al-Uns* (Tehran: Kitābkhāna-yi Sanāʾī, 1356 AH), 1: 212
8 ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, *Muṣībat-Nāma* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1375 AH), 22

یہی مفہوم ایک حدیثِ قدسی کے بیان سے ہم آہنگ ہے:

كُنتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ۔9

"میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔"

عطار نے اس نورانی تصور کو اخلاقی اور وجودی جہت دی۔ ان کے نزدیک "نورِ محمدی" نہ صرف تخلیقِ کائنات کا سبب ہے بلکہ اخلاق و تزکیہ کا ماخذ بھی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

هر که در آیینهٔ احمد ننگری / خود ندانی کیستی، کافر بری۔10

"جو آئینۂ احمدی میں اپنی حقیقت نہ دیکھے، وہ اپنی شناخت سے محروم ہے۔"

یہ شعر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبوت انسان کے باطن میں الہامی ضمیر کے طور پر موجود ہے، اور اس کی پہچان خود آگاہی کے ذریعے ممکن ہے۔

عطار کے نزدیک نبی کی حیثیت: عقلِ کُل، ہادیِ مطلق اور آئینۂ حقیقت

عطار نبی ﷺ کو عقلِ کُل (Universal Intellect) کے مظہر کے طور پر دیکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

عقل چون آمد ز حق بر مصطفی / گشت در وی صورتِ عقلِ صفا۔11

"جب عقلِ ازلی حق کی طرف سے مصطفی ﷺ میں ظاہر ہوئی تو وہ پاکیزہ عقل کی صورت میں جلوہ گر ہوئی۔"

یہ تعبیر "عقلِ کُل" کے اس فلسفیانہ مفہوم سے جڑی ہے جو سہروردی اور فارابی کے ہاں ملتی ہے، جہاں عقلِ کُل کائنات کی تدبیر اور روحانی نظم کا سرچشمہ ہے۔ سہروردی نے فرمایا:

النبی مظهر العقل الكلي، وبه يشرق نور الهداية في العالم12.

"نبی عقلِ کُل کا مظہر ہے، اور اسی کے ذریعے ہدایت کا نور عالم میں پھیلتا ہے۔"

عطار کے ہاں نبی "آئینۂ حقیقت" ہیں—وہ آئینہ جس میں حق اپنی صورت دکھاتا ہے۔ اس تمثیل میں نبی انسانیت کی مرکزیت اور الوہیت کے درمیان واسطہ ہیں۔

وحی اور ادراکِ باطنی کا تعلق: کشف و برہان کے امتزاج سے نبوت کی تفہیم

عطار کے نزدیک وحی محض الفاظ یا تشریعی احکام کا نزول نہیں بلکہ باطنی ادراک (kashf) اور عقلی استدلال (burhān) کے امتزاج سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔ وہ "وحی" کو ایک ایسا نورانی شعور سمجھتے ہیں جو عقل کے اوپر ہے مگر اس کے خلاف نہیں۔

تذکرۃ الاولیاء میں وہ بیان کرتے ہیں:

وحی نوری است که بر عقل تابد، و از آن عقل بر جان، و از جان بر زبان۔

---

[9] Muslim ibn Ḥajjāj, Abū al-Ḥusaīn, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishā pūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīya, 1330 AH), 1: 2722

[10] ʿAṭṭār, *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1370 AH), 69

[11] ʿAṭṭār, *Asrār-Nāma* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1375 AH), 45

[12] Suhrawardī, Shihāb al-Dīn, *Ḥikmat al-Ishrāq* (Tehran: Dānishgāh-i Tehrān, 1380 AH), 1: 78

"وحی وہ نور ہے جو عقل پر چمکتا ہے، عقل سے دل میں اُترتا ہے، اور دل سے بان پر جاری ہوتا ہے۔13"

یہی مفہوم امام غزالی نے بھی بیان کیا:

الوحي فوق العقل، ولكنه لا يخالف العقل14.

"وحی عقل سے برتر ہے، لیکن عقل کی ضد نہیں۔"

یوں عطار کے نزدیک نبی ﷺ وہ ہستی ہیں جن میں کشف، عقل، اور وحی — تینوں اپنی کامل صورت میں جمع ہیں۔

نبوت کا روحانی و اخلاقی مقصد: تزکیہ، معرفت اور قربِ الٰہی

عطار کی نظر میں نبوت کا بنیادی مقصد شریعت کے احکام کی تبلیغ سے بڑھ کر انسان کے باطن کی تطہیر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کی بعثت دراصل تزکیۂ نفس، بیداریِ روح، اور قربِ الٰہی کے لیے ہے:

مصطفی آمد که جان را جان دهد / دل به نورِ حق ز ظلمان برکشد۔15

"مصطفی ﷺ اس لیے آئے کہ جانوں کو جان عطا کریں اور دلوں کو نورِ الٰہی سے تاریکیوں سے نکالیں۔"

یہ تصور اُن قرآنی اصولوں سے ہم آہنگ ہے جن میں نبوت کا مقصد "تزکیہ و تعلیم" بتایا گیا ہے (الجمعة:2)۔

فارسی اہلِ فن مثلاً عبدالرحمٰن جامی نے اسی تصور کی تائید میں لکھا:

مصطفی را ز آفرینش مقصدی / جز کمالِ روحِ آدم نبود۔16

"مصطفی ﷺ کی بعثت کا مقصد آدمی کی روح کے کمال کے سوا کچھ نہ تھا۔"

عطار کے نزدیک یہی کمالِ روح معرفت و قربِ الٰہی کا حاصل — نبوت کی روحانی معراج ہے۔ عطار نیشاپوری کی تاویلی تعبیر میں نبوت ایک ازلی حقیقت ہے جو "نورِ محمدی" کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ نبی ﷺ عقلِ کُل، ہادیِ مطلق، اور آئینۂ حقیقت ہیں۔ ان کے وسیلے سے وحی کا نور انسان کے دل تک پہنچتا ہے، جو کشف و برہان کا امتزاج ہے۔ آخر کار، نبوت کا مقصد تزکیہ، معرفت اور قربِ الٰہی ہے — یہی وہ عرفانی و وجودی منزل ہے جسے عطار نے اپنی شاعری میں نغمۂ حقیقت بنا دیا۔

مبحث سوم: منطق و برہان کی روشنی میں عطار کا استدلالی نظام

عطار نیشاپوری کا فکری منہج ایک جامع فریم ورک پیش کرتا ہے جس میں تصوف، منطق، اور برہان باہم مربوط ہیں۔ ان کے نزدیک معرفت محض وجدانی تجربہ نہیں بلکہ ایک منظم، استدلالی اور شعوری عمل ہے۔ چنانچہ ان کی تصانیف خصوصاً منطق الطیر، مصیبت نامہ، اور اسرار نامہ میں یہ امتزاج واضح نظر آتا ہے کہ وہ عقل و عشق، جدل و کشف، اور برہان و تمثیل — سب کو ایک ہی فکری دائرے میں جمع کرتے ہیں۔

---

[13] ʿAṭṭār, *Tadhkirat al-Awliyāʾ* (Tehran: Intishārāt ʿIlmīyah, 1342 AH), 2: 17.
[14] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Mishkāt al-Anwār* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1321 AH), 1: 54
[15] ʿAṭṭār, *Muṣībat-Nāma* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1375 AH), 141
[16] Jāmī, ʿAbd al-Raḥmān, *Lawāʾiḥ* (Tehran: Amīr Kabīr, 1372 AH), 88

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

عطار کے استدلالی منہج میں تمثیل، جدل اور برہان کی فکری ساخت

عطار کی فکر میں تمثیل (al-tamthīl) ایک مرکزی استدلالی آلہ ہے۔ وہ تجریدی حقائق کو داستانی سانچوں میں ڈھال کر عقل کے لیے قابلِ فہم بناتے ہیں۔ تمثیل ان کے نزدیک ایک "عرفانی منطق (logical allegory)" ہے جو حقیقت کو براہِ راست نہیں بلکہ رمزی و تدریجی انداز میں منکشف کرتی ہے۔

منطق الطیر میں یہی تمثیلی منہج ظاہر ہوتا ہے۔ پرندے، عقل کے مختلف مدارج کی نمائندگی کرتے ہیں، اور سیمرغ حقیقتِ مطلق کا استعارہ ہے۔ ہر پرندہ ایک سوال اٹھاتا ہے—اور یہی سوال عطار کی فکری مناظرانہ (dialectical) ساخت کو ظاہر کرتا ہے۔

عطار لکھتے ہیں:

هر یکی از طایران گفتی سخن / تا که پیدا شد ز گفتِ او محن۔17

"ہر پرندے نے کچھ نہ کچھ کہا، یہاں تک کہ انہی کے سوالات سے فکری معانی آشکار ہوئے۔"

یہی "گفت و شنید (dialogue)" فلسفیانہ جدل کی صورت ہے۔ اس طریقے سے عطار عرفان کو محض وجد نہیں بلکہ عقلی تعامل کے ذریعے بھی ظاہر کرتے ہیں۔ امام غزالی نے بھی تمثیل کو "فکر کے نزدیک ترین راستہ" کہا تھا:

التمثيل أقرب طريق إلى تفهيم المعاني الدقيقة18.

"تمثیل دقیق معانی کی تفہیم کا قریب ترین ذریعہ ہے۔"

"منطق الطیر" میں نبوت کی تمثیلی واستدلالی پیشکش

منطق الطیر بظاہر ایک تمثیلی داستان ہے مگر درحقیقت یہ ایک استدلالی متن ہے—جو عقلِ انسانی کو وحی و عرفان کے مراتب تک تدریجاً لے جاتا ہے۔

"ہُدہُد" نبی یا عقلِ ہادی کا نمائندہ ہے جو باقی پرندوں (یعنی انسانوں) کو حقیقت کی جانب بلاتا ہے۔

گفت هُدهُد: گر شما را عقل هست / بی‌دلیل این راه رفتن کارِ پست۔19

"ہُدہُد نے کہا: اگر تم میں عقل ہے، تو بغیر دلیل کے چلنا پستی ہے۔"

یہاں "بی دلیل رفتن" عقل سے عاری تصوف کی نفی ہے۔ عطار کے نزدیک نبوت کی راہ وحی اور عقل دونوں کی راہ ہے—اس میں نہ اندھی تقلید ہے نہ سرد استدلال، بلکہ توازن و ہم آہنگی ہے۔

مولانا رومی نے اسی فکری تسلسل میں کہا:

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت / شرح عشق و عاشقی هم عشق گفت۔20

"عقل جب عشق کی تشریح کرنے چلی تو دلدل میں پھنس گئی؛ عشق نے خود اپنا بیان خود کیا۔"

---

[17] ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1370 AH), 12

[18] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Cairo: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1319 AH), 4: 211

[19] ʿAṭṭār, *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1370 AH), 33.

[20] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Amīr Kabīr, 1369 AH), 1: 119

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

رومی کے ہاں جو تمثیل ہے، اس کی فکری بنیاد عطار کے اسی استدلالی و رمزی نظام میں پوشیدہ ہے۔

منطقِ فلسفی (علت و غایت، حقیقت و مجاز) کے اصولوں کا صوفیانہ انطباق

عطار فلسفیانہ منطق کے بنیادی تصورات—علت (cause)، غایت (purpose)، حقیقت (reality) اور مجاز — (symbol) کو صوفیانہ فریم میں منطبق کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک علتِ حقیقی "عشق" ہے اور غایتِ کائنات "معرفتِ حق"۔

اسرار نامہ میں وہ فرماتے ہیں:

علتِ هستی تویی ای عشقِ پاک / غایتِ کونی تویی ای جانِ خاک۔21

"اے پاک عشق! تو ہی وجود کی علت ہے، اور اے خاک کے جان! تو ہی کائنات کی غایت ہے۔"

یہ وہی استدلالی منہج ہے جسے سہروردی نے "حکمتِ اشراق" میں "نورِ علت و غایت" کے اصول کے طور پر پیش کیا تھا:

العلة النورية غايتها إشراق الكمال في الممكنات22.

"نورانی علت کی غایت ممکنات میں کمال کا اشراق ہے۔"

عطار نے یہی تصور "عرفانی لسان" میں بیان کیا—یعنی فلسفہ منطق کو تصوف کی روح کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا۔

عشق و عقل کے مابین توازن: استدلالی و وجدانی ہم آہنگی

عطار کے ہاں نہ تو عقل عشق کی منکر ہے، نہ عشق عقل کی مخالف۔ وہ دونوں کو دو پہلو سمجھتے ہیں جن کے بغیر معرفتِ حق ناقص ہے۔

منطق الطیر میں وہ کہتے ہیں:

عقل گوید، عشق را شو دور از من / عشق گوید، عقل را کن در کفن۔23

"عقل کہتی ہے عشق سے: مجھ سے دور ہو جا؛ عشق کہتا ہے: عقل کو کفن میں لپیٹ دو۔"

یہ ظاہراً تضاد، دراصل تکمیل ہے کیونکہ دونوں کی جدلیات سے ہی توازن پیدا ہوتا ہے۔ عقل دائرہ بناتی ہے، عشق مرکز دکھاتا ہے۔ اسی لیے عطار کے نزدیک استدلال عشق کے تابع ہے، اور عشق عقل کے کمال کا حاصل۔

غزالی نے اسی نکتہ کو عقلی زبان میں یوں بیان کیا:

العقل كالشعاع، والعشق كالشمس، ولا يدرك الشعاع إلا من حضر الشمس24.

"عقل روشنی کی کرن ہے، عشق سورج ہے، اور کرن کو وہی دیکھ سکتا ہے جو سورج کے سامنے ہو۔"

عطار نیشاپوری کا استدلالی نظام تین بنیادوں پر قائم ہے:

---

21 ʿAṭṭār, *Asrār-Nāma* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1375 AH), 62

22 Suhrawardī, Shihāb al-Dīn, *Ḥikmat al-Ishrāq* (Tehran: Dānishgāh-i Tehrān, 1380 AH), 1: 63

23 ʿAṭṭār, *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1370 AH), 59

24 Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Mishkāt al-Anwār* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1321 AH), 2: 78

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.8. No.4.2025

تمثیل — حقیقت کے انکشاف کا ادبی منطق؛

جدل — سوال و جواب کے ذریعے فکری تحریک؛

برہان — عقل و عشق کے توازن پر مبنی منطقی استدلال۔

وہ فلسفی منطق کے اصول (علت و غایت، حقیقت و مجاز) کو صوفیانہ روح کے ساتھ مربوط کرتے ہیں، اور یوں ایک ایسا فکری ڈھانچہ قائم کرتے ہیں جہاں عقل، عشق، کشف اور برہان ایک ہی دائرے کے مختلف زاویے ہیں۔

مبحث چہارم: عطار اور فلسفیانہ مکاتب — اسلامی منطق و تصوف کے مابین مکالمہ

عطار نیشاپوری (فرید الدین) کی فکری تشکیل اُس علمی فضا میں ہوئی جہاں مشائی فلسفہ (Peripatetic Philosophy)، حکمتِ اشراق (Illuminationist Wisdom)، اور عرفانِ وحدت الوجود تینوں فعال فکری دھارے تھے۔ ان کے ہاں تصوف محض وجد و حال نہیں بلکہ عقل، وحی اور عشق کے درمیان ایک متوازن نظامِ معرفت ہے۔ عطار کے ہاں فلسفیانہ اصطلاحات اور عرفانی رموز ایک دوسرے کے لیے شرح و تفسیر کا کردار ادا کرتے ہیں۔

عطار اور مشائی فلسفہ: فارابی و ابن سینا کے تصورِ نبوت کا تقابلی جائزہ

فارابی اور ابنِ سینا کے نزدیک نبوت عقلِ فعال (al-ʿaql al-faʿʿāl) کے فیضان کا نتیجہ ہے، جو نبی کے قوی تخیل (imaginative faculty) میں الہامی معانی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ابن سینا کے مطابق:

النبوة فيضان من العقل الفعّال على النفس القدسية للنبي، فتتجلى الصور في الخيال بغير تعليم25.

نبوت عقلِ فعال کے فیضان کا وہ اثر ہے جو نبی کی مقدس روح پر وارد ہوتا ہے، اور جس سے معانی بلا واسطہ تخیل میں منکشف ہوتے ہیں۔"

عطار کا تصورِ نبوت اس فلسفیانہ تصور سے مماثل ضرور ہے، مگر وہ اسے محض عقل کے دائرے تک محدود نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک نبوت عقلِ فعال کا ظہور نہیں بلکہ نورِ محمدی کا تجلیاتی عکس ہے۔ وہ کہتے ہیں:

آن نبی کو عقلِ کل خوانند اوست / هر کجا بینند عقل، آن هند اوست۔26

"وہ نبی جسے عقلِ کل کہا جاتا ہے، جہاں بھی عقل نظر آتی ہے وہ دراصل اُس ہی کی نشانی ہے۔"

یہاں عطار نے مشائی فلسفہ کے "عقلِ فعال" کے بجائے "عقلِ کُل" کے صوفیانہ مفہوم کو اختیار کیا، اور عقل کو وحی و عشق کی شعاع کے تابع قرار دیا۔ ان کے نزدیک فلسفی عقل کے ذریعے حقیقت کو "سمجھتا" ہے، جبکہ نبی حقیقت کو "دیکھتا" ہے — یعنی علم سے زیادہ "شہود" کی منزل۔

[25] Ibn Sīnā, Abū ʿAlī, *Al-Shifāʾ: Ilāhiyyāt* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1325 AH), 5: 113.

[26] ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, *Asrār-Nāma* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1375 AH), 47

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.4.2025

سہروردی و ابنِ عربی سے فکری اشتراک و امتیاز

عطار اور سہروردی (شیخ الاشراق) دونوں کے ہاں عقل و نور کا باہمی رشتہ ایک بنیادی اصول ہے، تاہم عطار کے نزدیک یہ نور "عشق" کے بغیر ناقص ہے۔ سہروردی کے نزدیک:

النور حقيقة الوجود، وكل معرفة إشراق من ذلك النور27.

"نور ہی وجود کی حقیقت ہے، اور ہر معرفت اسی نور کا اشراق ہے۔"

عطار نے اس اشراقی تصور کو صوفیانہ زبان میں یوں بیان کیا:

نورِ او در عشق پیدا شد تمام / شد جهان از ذره تا عرشش سلام۔28

"اس کا نور عشق میں مکمل طور پر ظاہر ہوا، اور ذرّے سے لے کر عرش تک اُس پر سلام ہوا۔"

جبکہ ابن عربی کے ساتھ عطار کا رشتہ "حقیقتِ محمدیہ" کے نظریے میں مضبوط تر دکھائی دیتا ہے۔ ابن عربی کے نزدیک:

النبوة مظهر الحقيقة المحمدية، والولاية استمرار لتلك الحقيقة في الكون29.

"نبوت حقیقتِ محمدیہ کا مظہر ہے، اور ولایت اسی حقیقت کا تسلسل ہے۔"

عطار بھی اسی کونیاتی تصور کے قائل ہیں، مگر وہ اس میں عشق کو مرکزی قوت قرار دیتے ہیں۔ ان کے ہاں ولایت و نبوت دونوں عشقِ الٰہی کی شعاع ہیں — جہاں عقل و کشف محض معاون عوامل ہیں۔

اسلامی کلام میں نبوت کی عقلی اساس اور عطار کا صوفیانہ تناظر

اسلامی متکلمین خصوصاً اشاعرہ و متکلمینِ متاخرین نے نبوت کو عقلی و اخلاقی ضرورت کے طور پر پیش کیا — یعنی عقل انسانی خیر و شر کی تمیز تو کر سکتی ہے مگر جزئیاتِ احکام کا ادراک نہیں رکھتی، اس لیے وحی لازم ہے۔ امام رازی کے مطابق:

النبوة لطف من الله لإرشاد العقول إلى ما لا تدركه من دقائق الأمور30.

"نبوت خدا کی طرف سے ایک لطف ہے جو عقل کو اُن دقیق امور کی طرف رہنمائی دیتا ہے جنہیں وہ خود نہیں پا سکتی۔"

عطار کے نزدیک یہی عقلی ضرورت ایک روحانی ضرورت میں بدل جاتی ہے۔ ان کے نزدیک نبوت "وحیِ الٰہی" کا خارجی ظہور ہے، جبکہ "کشف" اس کا باطنی عکس۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

وحی نبی و کشفِ ولی هر دو نور / هر یکی در شأن خود از فیضِ حُور۔31

"نبی کی وحی اور ولی کا کشف دونوں نور ہیں، ہر ایک اپنی شان میں الٰہی فیضان کا مظہر ہے۔"

---

[27] Suhrawardī, Shihāb al-Dīn, *Ḥikmat al-Ishrāq* (Tehran: Dānishgāh-i Tehrān, 1380 AH), 1: 42
[28] ʿAṭṭār, *Muṣībat-Nāma* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1375 AH), 19
[29] Ibn ʿArabī, Muḥyī al-Dīn, *Fuṣūṣ al-Ḥikam* (Cairo: Dār al-Kutub al-ʿArabīyah, 1321 AH), 1: 83
[30] Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, *Al-Maṭālib al-ʿĀliya* (Cairo: Dār al-Fikr al-ʿArabī, 1322 AH), 4: 91
[31] ʿAṭṭār, *Tadhkirat al-Awliyāʾ* (Tehran: Intishārāt ʿIlmīyah, 1342 AH), 1: 59

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

یوں عطار کے ہاں نبوت اور ولایت ایک ہی شعاع کے دو رخ ہیں—ایک تشریعی، دوسرا عرفانی۔

عقل، وحی، اور عشق کے مابین توازن: فلسفی و صوفیانہ جدلیات

عطار کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ فلسفیانہ عقل اور صوفیانہ عشق کے درمیان کسی تضاد کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک وحی دونوں کی تکمیل ہے۔ منطق الطیر میں وہ عقل و عشق کے مکالمے کو ایک فکری مناظرے کے طور پر پیش کرتے ہیں:

عقل گفتا من رهی یابم به حق / عشق خندید و بگفتش، ای سبق۔[32]

"عقل نے کہا: میں خدا تک پہنچنے کی راہ پاتا ہوں؛ عشق ہنس کر بولا: اے مغرور، تُو ابھی ابتدائی منزل پر ہے"!

عقل کا مقصد استدلال، عشق کا مقصد وصل، اور وحی کا مقصد توازن ہے۔ یہی تینوں مل کر معرفتِ الٰہی کا کامل نظام تشکیل دیتے ہیں۔

فارابی کے ہاں عقل نظریہ ہے، ابن سینا کے ہاں عقلِ فعال، سہروردی کے ہاں نور، اور عطار کے ہاں عشق—لیکن ان سب کی غایت ایک ہی ہے اور وہ معرفت۔

چنانچہ عطار کے ہاں عقل، وحی اور عشق کی جدلیات اس طرح ہم آہنگ ہو جاتی ہے کہ تصوف فلسفہ بن جاتا ہے اور فلسفہ عرفان۔

خلاصہ

عطار نیشاپوری کا مکالمہ فلسفیانہ مکاتبِ فکر کے ساتھ تین بنیادی جہات رکھتا ہے:

مشائیوں (فارابی و ابن سینا) کے ساتھ اشتراک کہ نبوت عقلِ کُل سے وابستہ فیضان ہے، مگر امتیاز یہ کہ عطار اسے عقل کے بجائے عشق و نور کا مظہر سمجھتے ہیں۔ سہروردی سے اشتراک کہ معرفت "نور" سے حاصل ہوتی ہے، لیکن امتیاز یہ کہ عطار کے نزدیک یہ نور عشق میں مکمل ہوتا ہے۔

ابن عربی سے قرب کہ حقیقتِ محمدیہ ازلی و کائناتی اصل ہے، مگر عطار اسے شعری و رمزی سطح پر زیادہ پیش کرتے ہیں۔

ان تمام فکری جہات کا نتیجہ یہ ہے کہ عطار نے اسلامی فلسفہ و تصوف کے درمیان ایک مکالماتی ہم آہنگی قائم کی، جس میں عقل دلیل ہے، وحی میزان ہے، اور عشق روح ہے۔

مبحث پنجم: عطار کے نظریۂ نبوت کا تنقیدی و معاصر تجزیہ

عطار نیشاپوری کا تصورِ نبوت عقل، وحی، اور عشق کے ایک ہم آہنگ نظامِ معرفت پر مبنی ہے، جس میں نبی محض شارع یا معلم نہیں بلکہ عقلِ کُل، نورِ ازل، اور ہادیِ حقیقت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ ان کا تصور نہ صرف فلسفیانہ گہرائی رکھتا ہے بلکہ روحانی و اخلاقی معنویت سے بھی لبریز ہے۔

عطار کے تصورِ نبوت کی عقلی و اخلاقی معنویت

عطار کے ہاں نبوت کی عقلی بنیاد عقلِ جزوی کے بجائے عقلِ کُل میں پیوست ہے۔ وہ نبی کو اس عقلِ کلی کا مظہر سمجھتے ہیں جو کائنات کے نظم، عدل، اور توازن کا سرچشمہ ہے۔ ان کے نزدیک نبی کی تعلیمات انسان کی اخلاقی و روحانی تکمیل کے لیے "عقل" کو "عشق" کے تابع کر دیتی ہیں۔

[32] ʿAṭṭār, *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1370 AH), 55

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ان کا کہنا ہے:

آن نبی کاندر جهان آمد پدید / عقل را با عشق آموخت امید-33

"وہ نبی جو دنیا میں جلوہ گر ہوا، اُس نے عقل کو عشق کے ساتھ اُمید کا سبق دیا۔"

یہ شعر دراصل عطار کے اس فکری توازن کو ظاہر کرتا ہے جو عقل و عشق کی دو قوتوں کو نبوت کے دائرے میں ہم آہنگ کر دیتا ہے۔ عطار کے نزدیک عقل اگر وحی سے منقطع ہو جائے تو "قیاس" بن جاتی ہے، اور عشق اگر عقل سے خالی ہو تو "غلو"۔ نبی وہ میزان ہے جو دونوں کو اعتدال پر قائم رکھتا ہے۔ ان کی فکر میں نبوت ایک اخلاقی ماڈل بھی ہے — یعنی نبی محض وحی کے ناقل نہیں بلکہ "تزکیۂ اخلاق" کے عملی مظہر ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

در نبی دیدم همه خوبی تمام / عقل و دل در خدمتش شد والسلام-34

"میں نے نبی میں تمام خوبیوں کی تکمیل دیکھی؛ عقل اور دل دونوں ان کے خدمت گزار بن گئے۔"

یہاں عطار نے نبوت کو محض عقیدہ نہیں، بلکہ ایک اخلاقی و انسانی تجربہ کے طور پر پیش کیا ہے۔

جدید الٰہیات (Theology) میں عطار کے فہمِ نبوت کی افادیت

جدید الٰہیات میں نبوت کے مفہوم پر دو بڑے رجحانات دیکھے جاتے ہیں:

ایک طرف عقلیت پسند (Rationalist) مفکرین ہیں جنہوں نے وحی کو انسانی تجربہ اور شعور کی ارتقائی صورت قرار دیا (مثلاً محمد اقبال، فاضل رحمان، اور طٰہٰ عبد الرحمن)، جبکہ دوسری طرف تجرباتی و وجدانی (Experiential) مفکرین ہیں جنہوں نے وحی کو ایک ماورائی تجلّی سمجھا۔

عطار کی فکر ان دونوں رجحانات کے درمیان ایک توازن پیدا کرتی ہے۔ وہ نبوت کو انسانی شعور کے ارتقاء کا تسلسل بھی سمجھتے ہیں، اور الوہی شعور کا ظہور بھی۔ ان کے نزدیک وحی وہ مقام ہے جہاں عقل و عشق دونوں اپنی انتہا کو پہنچ کر ایک وحدت میں ضم ہو جاتے ہیں۔

جیسا کہ وہ منطق الطیر میں کہتے ہیں:

وحی آن نغمه‌ست کا ز عرش آید / در دل نبی چو آفتاب تابد-35

"وحی وہ نغمہ ہے جو عرش سے آتا ہے، اور نبی کے دل میں آفتاب کی طرح چمکتا ہے۔"

یہ تشبیہ جدید الٰہیات میں وحی کی "انکشافیت (Revelatory Dimension)" کو بیان کرتی ہے — یعنی وحی کوئی جامد پیغام نہیں بلکہ ایک تجلّیِ مسلسل ہے۔ جدید مسلم مفکرین مثلاً علامہ اقبال نے بھی اسی نوع کی تعبیر پیش کی:

"نبوت انسانی شعور کی اس بلندی کا نام ہے جہاں سے حقیقتِ مطلق کا انکشاف ممکن ہو جاتا ہے۔-36"

یہ تعبیر عطار کی فکر کے ساتھ ہم آہنگ دکھائی دیتی ہے، کیونکہ دونوں کے نزدیک نبوت حقیقتِ مطلق کے عرفانی انکشاف کا مظہر ہے۔

---

[33] ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1370 AH), 78
[34] ʿAṭṭār, *Asrār-Nāma* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1375 AH), 102
[35] ʿAṭṭār, *Manṭiq al-Ṭayr* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1370 AH), 119
[36] Iqbal, Muhammad, *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* (Lahore: Shaikh Muhammad Ashraf, 1934), 95.

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

علم وعشق کے امتزاج سے نبوت کی نئی تعبیر کی گنجائش

عطار کے نزدیک علم (ʿilm) اور عشق (ʿishq) دو متضاد نہیں بلکہ تکمیلی ذرائع ہیں۔ علم "ادراک" ہے، عشق "ادراک سے آگے کا وجدان"۔ نبوت ان دونوں کی کامل وحدت ہے۔

وہ فرماتے ہیں:

علم بیعشق است همچون سایهٔ بینور / عشق بیعلم است همچون بادِ بیدور۔37

"علم اگر عشق سے خالی ہو تو بے نور سایہ ہے، اور عشق اگر علم سے خالی ہو تو بے سمت ہوا ہے۔"

یہ شعر دراصل جدید معرفت شناسی (Epistemology) کے مباحث سے ہم آہنگ ہے، جہاں علم کے ساتھ "experiential" یا "existential" پہلو کو لازم سمجھا جاتا ہے۔ عطار کا یہ توازن جدید دینی فکر کو ایک ہمہ گیر بصیرت فراہم کرتا ہے—جہاں وحی اور عقل، سائنسی شعور اور روحانی ادراک، دونوں انسان کی معنوی تکمیل کے لیے یکجا ہو جاتے ہیں۔

معاصر فکری و روحانی تناظر میں عطار کا پیغام اور اس کی علمی معنویت

آج کی دنیا میں جہاں عقلانیت (Rationalism) اور سیکولر تجربیت (Empirical Secularism) مذہب سے ماورا معنویت تلاش کر رہی ہیں، عطار کا پیغام "معنوی توازن" کا پیغام ہے۔

وہ ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ عقل کا کمال عشق میں ہے، اور عشق کا کمال وحی میں۔

ان کے نزدیک نبوت وہ مرکز ہے جہاں وحی، عقل، اور عشق تینوں مل کر انسان کو "کامل" بناتے ہیں—وہی "انسانِ کامل" جسے بعد میں ابن عربی نے فلسفیانہ قالب دیا۔

عطار کی یہ فکر آج کی بین المذاہب گفتگو(Interfaith Dialogue)، روحانی انسانیات(Spiritual Humanism)، اور اخلاقی تھیالوجی (Moral Theology)میں غیر معمولی معنویت رکھتی ہے۔

وہ ایک ایسی تھیالوجی پیش کرتے ہیں جو نہ صرف عقل کو معتبر مانتی ہے بلکہ عشق کو اس کا روحانی تکملہ سمجھتی ہے—اور یہی توازن انسان کو اخلاقی و روحانی فلاح کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ عطار کا نظریۂ نبوت ایک عرفانی۔ عقلی فلسفہ ہے، جو قدیم و جدید الٰہیات کے مابین ایک مکالمہ قائم کرتا ہے۔ ان کے نزدیک:

نبوت عقل و عشق کی وحدت ہے؛

وحی شعورِ انسانی کی کمالی صورت ہے؛

اور نبی اخلاقی و روحانی توازن کا نمونہ۔

---

37 ʿAṭṭār, *Muṣībat-Nāma* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1375 AH), 54

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

عطار کا فکری پیغام آج بھی انسانیت کے لیے یہی ہے کہ:

عشق را با عقل باید یار کرد / تا رہِ حق را تماماً کار کرد۔38

"عشق کو عقل کا رفیق بنانا چاہیے، تاکہ حق کی راہ کو پورا طے کیا جا سکے

خلاصہ بحث

اس مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ عطار نیشاپوری نے حقیقتِ نبوت کو نہ صرف فارسی وصوفیانہ وجدان کے پیرائے میں سمجھا بلکہ اسے عقلی وبرہانی دلائل کے ذریعے ایک منظم فکری تصور کی حیثیت بھی دی۔ ان کی تحریروں میں نبوت وہ مقام ہے جہاں وحی اور عقل ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں؛ وحی انسان کو ماورائی ہدایت عطا کرتی ہے جبکہ عقل اس ہدایت کے فہم کا وسیلہ بنتی ہے۔ عطار کا استدلال یہ بتاتا ہے کہ نبوت کا جوہر عقلِ انسانی سے متصادم نہیں بلکہ اسے اپنے کمال تک پہنچاتا ہے۔ فارابی، ابن سینا اور غزالی کے مقابلے میں عطار کا زاویۂ نظر زیادہ رمزی اور باطنی ہے، تاہم اس کا بنیادی ڈھانچہ اسلامی عقیدۂ نبوت سے ہم آہنگ رہتا ہے۔ اس تحقیق سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ عطار کا تصورِ نبوت تصوف، فلسفہ اور الہیات کے درمیان فکری مکالمے کو نئی معنویت بخشتا ہے اور اسلامی معرفت کے جامع تصور میں ایک ہم آہنگ وحدت پیدا کرتا ہے۔

[38] ʿAṭṭār, *Asrār-Nāma* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1375 AH), 112